اپنے وقت کے عظیم محدّث نے سیاست کے خارزار میں قدم کیوں رکھے

مسند حدیث سے رزمگاہ سیاست تک

— "اسلام کا معرکہ" سرکاری رپورٹوں کے پندرہ ہزار سے زائد صفحات سے انتخاب —

— قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ نامی کتاب کیلئے حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ کے سحر نگار قلم سے افتتاحیہ؟ —

قیام پاکستان درحقیقت ان بے مثال قربانیوں کا نتیجہ تھا جو سر فروش، علماء حق برصغیر کو سامراجی استبداد سے آزادی دلانے کے لیے ایک صدی سے دے رہے تھے۔ شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالعزیزؒ کے انقلابی پروگرام کو لے کر سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسمٰعیل شہیدؒ نے بالاکوٹ کی پہاڑیوں کو اپنے خون سے لالہ زار بنایا۔ اکوڑہ خٹک اور رشید وسے میدانوں کو سینچا۔ پھر مجاہدین حریت اور حق و صداقت کے علمبردار علماء۔ برصغیر کے چپے چپے پر عزیمت و استقامت کے نقوش ثبت کرتے گئے۔ ۱۸۵۷ء کے جہاد آزادی میں حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ، مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، مولانا رشید احمد گنگوہیؒ حافظ ضامن شہیدؒ کا قائدانہ کردار کس سے مخفی ہے، شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ دیوبندی کی عالمگیر تحریک ریشمی رومال کی گہرائیوں اور وسعتوں سے تو آج کا مورخ مبہوت ہو کر رہ جاتا ہے۔ تحریکِ خلافت اور ترکِ موالات میں یہی طبقہ پیش پیش تھا۔ کراچی جیل آج بھی شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کے جوش جہاد اور ولولوں کی شہادت دے سکتی ہے۔ اس بے نظیر جہاد اور جدوجہد کے نتیجہ میں انگریز نے رختِ سفر باندھا۔ برصغیر کو آزادی ملی اور تقسیم ملک کے نتیجہ میں پاکستان کا قیام بھی عمل میں آیا جس کے لیے کروڑوں مسلمانوں نے گھر بار، جان و مال اور عزت و آبرو نثار کر دی۔ اس لیے کہ یہاں لا الہ الا اللہ کی حکمرانی اور قرآن و سنت کا دور دورہ ہوگا۔ مگر وقت کے ساتھ ساتھ یہ مقصد فراموش کر دیا گیا۔ ربع صدی بیت گئی اور منزل دور ہوتی چلی گئی۔ قیام پاکستان کے مقاصد پر سیکولرازم، سوشلزم مغربیت، لادینی، اقتصادی اور معاشی خول چڑھا دیئے گئے اور یہ زمین سرزمین بے آئین بنی رہی۔ ۱۹۷۱ء سے کچھ قبل اس نظریاتی انتشار نے ملک کی بنیادیں ہلا کر رکھ دیں۔ اضطراب و بے چینی کے اس اضطراب انگیز ماحول میں اس وقت کے حکمران صدر یحییٰ نے آئین کی تشکیل کے لیے آزادانہ الیکشن کا اعلان کیا اور قانون ساز ادارے کے لیے چند بنیادی اصول (لیگل فریم ورک) بھی مقرر کر دیئے کہ ان اصول کے دائرہ میں قانون سازی کی جائے گی۔

اسلام کی بالادستی، عملی نفاذ، اسلامی معاشرہ کا قیام علماء حق کی تمام مساعی کا بنیادی ہدف تھا اور اس راہ میں سیاسی جدوجہد اور تگ و دو عین جہاد اسلامی۔ اس لیے پاکستان کے اس نازک ترین موڑ میں یہ لوگ خاموش نہیں رہ سکتے تھے اور انتخابات کے میدان میں اترے تاکہ الیکشن کے ذریعہ قومی اسمبلی تک پہنچ کر اسلام کے مطابق آئین سازی جیسے اہم کام میں اپنا فرض پورا کر سکیں۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ، مہتمم دارالعلوم حقانیہ، سابق استاذ دارالعلوم دیوبند جو جہاد و عزیمت کے علمبردار مذکورہ بالا مکتب فکر سے وابستہ اور ان ہی خطوط پر دینی، علمی، تدریسی اصلاحی اور سیاسی کاموں میں منہمک مگر انتخابی سیاست کے ہنگاموں کی وجہ سے اپنی افتاد طبع کی بناء پر کوسوں دور رہتے۔ ایک طرف ان کی گوناگوں بے پناہ مصروفیات، دوسرے طرف عوارض اور علالت و ضعف، الیکشن کا غلغلہ بلند ہوا تو آپ پشاور کے ہسپتال میں صاحب فراش تھے۔ جمعیۃ علماء اسلام (جو اس تاریخ ساز موڑ پر اکابر کے روایات کا علم اٹھائے جہاد اسلامی کے مقدمۃ الجیش میں برسرپیکار تھی) کے اکابر اور راہنماؤں نے فیصلہ کیا کہ ہر حالت میں حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کو بھی جمعیۃ العلماء اسلام کی طرف سے انتخابات میں حصہ لینے پر مجبور کیا جائے چنانچہ کئی اکابر ہسپتال گئے — بے شمار لوگوں کے وفود اور اس وقت ملک کے دونوں حصوں کے مختلف طبقات فکر کے اکابر علماء نے بھی جمعیۃ کے اس فیصلہ کی زوردار تائید کی۔ دارالعلوم حقانیہ کی مجلس شوریٰ کے ہر مکتب خیال کے ارکان نے بھی متفقہ سفارش کی مگر حضرت شیخ الحدیث کو آخر تک تردد رہا اور فرماتے رہے۔

"کہ مجھے ان ہنگاموں سے بڑی وحشت ہے۔ انسان تو کیا کسی چیونٹی سے محاذ آرائی مجھے اچھی نہیں لگتی پھر انتخابات کے ہنگامہ میں ایک دوسروں کی تحقیر و تذلیل، سب و شتم مبالغہ آمیز دعوے اور وعدے میں ایسے میدان میں کیسے کود سکتا ہوں"

مگر حضرت کا انکار اور جماعت کا اصرار بالآخر انہیں اس شرط پر آمادہ ہونا پڑا کہ:

"نہ کسی سے خود ووٹ کا مطالبہ کروں گا نہ انتخابی ہنگاموں میں شرکت نہ مخالفین کے سب و شتم کا جواب دیا جائے گا۔ انتخابات میں ہر امیدوار اپنی اہلیت اور استحقاق کے دعوے کرتا ہے۔ یہ شرعاً ناجائز اور مذموم ہے۔ میں اپنی نااہلی کے باوجود دعوے کیسے کرونگا؟"

اس کارزارِ جنگ و جدال میں حضرت شیخ الحدیث کی شرکت پر آمادگی کے اصل محرکات پر حسبِ ذیل اقتباسات سے روشنی پڑتی ہے جو آپ کے بعض انتخابی اجتماعات میں الیکشن سے قبل تقاریر سے لیے گئے ہیں :

آپ نے فرمایا: "مجھے تین چار ماہ قلق اور اضطراب رہا۔ میری طبعی کمزوری ہے، حیا، کی وجہ سے لیکن بالآخر شرح صدر ہوا کہ اگر اس راہ میں موت آئی تو مصر کی بڑھیا کی طرح خود کو خریدارانِ یوسف میں پیش کر سکوں گا کہ چلیں اس بڑھاپے میں کچھ خریداروں میں نام آجاتے۔ شاید اسلام کے لیے نالی گلوچ اور تحقیر و توہین میرے لیے نجات کا باعث ہو۔"

ایک اور موقع پر فرمایا: "طویل غور و خوض کے بعد مجھے خیال آیا کہ واقعی اگر اسمبلی میں جا کر دین کے حق میں کم از کم آواز تو اٹھا سکوں۔ یہ بھی نہ ہو سکے تو کسی کی تائید میں تو ہاتھ کھڑا کر سکوں اور اتنا کر سکنے کے باوجود بھی اس پرخطر میدان میں شرکت سے محض اپنی عافیت اور سلامتی کے خیال سے گریز کروں اور اللہ تعالیٰ قیامت کے دن باز پرس فرمائیں تو کیا منہ دکھاؤں گا؟"

ایک اور تقریب میں فرمایا: صرف جزئی باتوں پر عمل کرنا اسلام نہیں بلکہ پورے نظامِ حیات میں نافذ کرنا اسلام ہے۔ قرآن و سنت کے نفاذ کے جد و جہد میں جتنی کچھ بھی کامیابی ہوگی تو اس کا اجر جد و جہد کرنے والوں کو بھی ملے گا: فرمایا "خدا کی قسم ہمارا مقصد کرسی ہے نہ کوئی اور چیز۔ حکومت یہ لوگ چلائیں مگر طرزِ حکومت میں علماء سے رہنمائی لینی چاہیے علماء صرف راستہ بتلاتے ہیں ملک صرف اور صرف اسلام کے لیے تقسیم ہوا اور یہ سیکولرازم اور سوشلزم کے خلاف ایک فیصلہ کن آواز تھی اب اگر مذہب کی بات بیچ سے نکالی جاتے تو تقسیم کا کوئی جواز نہیں رہ سکتا۔"

اس کے بعد انتخابات ہوتے۔ ملک کی دو مشہور پارٹیاں مقابلے میں تھیں۔ اس وقت کی نیشنل عوامی پارٹی کے نامزد امیدوار جناب اجمل خاں خٹک اور پیپلز پارٹی کی طرف سے جناب نصراللہ خاں خٹک حال وزیرِ اعلیٰ سرحد مقابل حریف تھے۔ شدید دباؤ اور ہیجانی ماحول میں مولانا کا انتخاب ایک مستقل داستان ہے۔ ساتھ دینے والوں نے بھی جان و مال آرام و راحت، دشمنوں اور بند ھنوں سے بے نیاز ہو کر ایثار و سرفروشی اور دین سے محبت اور وابستگی کے سنہری نقوش ثبت کیے۔ اللہ تعالیٰ نے مولانا مدظلہ کو شاندار اور نمایاں کامیابی عطا فرمائی۔

اسمبلی میں جا کر آپ نے ضعف، بڑھاپے، بیماریوں اور دارالعلوم کے مشاغل کے باوجود اپنے فرض کی ادائیگی کی جو سعی کی اس کا کچھ حصہ قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ نامی کتاب میں طبع ہو چکا ہے۔ کچھ حصہ اس لیے کہ سرگرمیوں کی ایک تہائی رپورٹ ضخامت بڑھ جانے کی وجہ سے شریک کتاب نہیں ہو سکی۔ بظاہر تو پیشِ نظر کتاب صرف حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی قومی اسمبلی کی سرگرمیوں کی رپورٹ ہے مگر درحقیقت اس میں "آئین سازی اور اصلاحِ ملک و ملت" کے اس نازک ترین دور میں ملک کے اعلیٰ ترین

با اختیار ادارہ قومی اسمبلی کی پوری تصویر آتی ہے۔ حق و باطل کی اس کشمکش اور اعلاء کلمۃ الحق و دین کی سربلندی، معروضات کے فروغ، منکرات کے استیصال میں کس پارٹی کا کیا کردار رہا؟ کن ارکان نے کون سا موقف اختیار کیا؟ پارلیمانی پارٹیوں بشمول حزبِ اقتدار کے انتخابی دعوے کیا تھے؟ منشور میں کیا تھا؟ اور آگے چل کر اسمبلی میں انہوں نے کون سا طرزِ عمل اختیار کیا؟ یہ کتاب ان سب باتوں کا ایک آئینہ ہے اور حتی الوسع کوشش کی گئی ہے کہ مولانا مدظلہ کے پیش کردہ مسائل کے ضمن میں تمام اہم مخالفانہ یا موافقانہ خیالات، خواہ جس ممکن یا جس پارٹی کے بھی تھے کھلے دل کے ساتھ قوم کے سامنے آسکیں۔ اس لحاظ سے "اسلام کا معرکہ" پاکستان کے ایک اہم ترین دور، آئین سازی کی نہ صرف تاریخ ہے بلکہ اسے آپ "اعمالنامہ" بھی کہہ سکتے ہیں۔ ان سرگرمیوں کی رپورٹنگ ادارہ کی طرف سے بھی کارروائی کے دوران کی جاتی رہی اور کچھ حصوں کو حکومت کی شائع کردہ قومی اسمبلی کے مباحث (آفیشل رپورٹ) سے لیا گیا۔ پھر ایک نہایت ضروری کام یہ کیا گیا کہ کتاب کے اکثر اہم مباحث کے لیے قومی اسمبلی کی شائع کردہ رپورٹوں سے مراجعت بھی کی گئی۔ یہ رپورٹیں تقریباً دس پندرہ ہزار صفحات پر مشتمل ہوں گی تلاش کر کے اکثر زیرِ بحث مسائل میں سرکاری رپورٹ کے صفحات اور تاریخوں کا حوالہ بھی دیا گیا ہے۔ اسلام کے اس معرکہ اور حق و صداقت کی اس جد و جہد میں صرف شیخ الحدیث مولانا عبدالحق نہیں بلکہ اسمبلی کے دیگر کئی ارکان؛ جمعیۃ علماء اسلام کے اکابر اور بعض سرفروش ارکان بھی حصہ لیتے رہے ہیں اور ہم نے ایک حد تک اس کتاب کے ضمن میں اسے منضبط بھی کر لیا ہے۔ "بالخصوص قائد حزبِ اختلاف مولانا مفتی محمود صاحب کے آئین میں پیش کردہ تمام ترمیمات بھی اس میں آگئی ہیں" مگر ہمارے پیشِ نظر اس وقت صرف مولانا مدظلہ کی سرگرمیاں ہیں تاکہ ان کو منتخب کرانے میں جن مسلمانوں نے لاثانی قربانیاں دی ہیں انہیں مولانا کی جد و جہد سے آگاہ کرایا جا سکے۔ یہ ایک اخلاقی اور دینی فریضہ ہے کہ جن لوگوں نے رضائے خداوندی اور غلبۂ اسلام کو مقصودِ حیات بنا کر مولانا مدظلہ کے انتخاب سے اپنی امیدیں وابستہ کیں۔ یہ لوگ مولانا سے اپنے توقعات میں کس حد تک کامیاب ہوتے؟ اس کا کچھ جواب اس کتاب کی شکل میں انہیں مل سکتا ہے بلاشبہ یہ کتاب ان سب کے حق میں اعمالنامہ خیر اور ذخیرۂ آخرت ہے مولانا نے فرمایا:

"میری مخالفت میں کہا جاتا ہے کہ یہ بیمار ہے مگر یہ اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ اسلام کی خدمت لولوں لنگڑوں سے بھی لیتا ہے۔ نابیناؤں سے قرآن حفظ کرایا دین کی حفاظت ناتوانوں سے کرائی۔ اب اگر ایک اپاہج اور بیمار ناتواں شخص کو خدا نے خدمت کا موقع دیا بھی تو اس لیے نہیں کہ وہ اس خدمت کے اہل تھے بلکہ حقیقت بین نگاہیں دیکھتی ہیں یہ ظاہری اسباب کی نہیں کسی غیبی طاقت کی کرشمہ سازی ہے۔"